مقالات

پروفیسر حافظ محمد ایوب (انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور)

دوسری قسط

اِسلام میں غُلامی کا تصوّر

اسلام کی آمد:

دُنیا میں غلاموں کی یہ دلخراش اور اندوہناک صورتِ حال تھی، جب آفتابِ رسالت طلوع ہوا۔ اس نے اپنی ضیاء پاشیوں سے جہاں انسانیت کے ہر گوشے اور ہر پہلو کو منوّر کیا، وہاں وہ انسانیت کی اس تذلیل کو بھی برداشت نہ کر سکا۔ اس نے دکھی اور مختلف طبقات میں بٹی ہوئی انسانیت کو یہ درس دیا کہ تم سب لوگ آقا و غلام، کالے اور گورے، عربی اور عجمی، ایک باپ اور ایک ماں کی اولاد ہو ــــ بحیثیتِ انسان تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ہر شخص، خواہ وہ کسی بھی طبقے سے متعلق ہو، کسی بھی علاقے کا رہنے والا اور کسی بھی رنگ و نسل کا حامل ہو، اللہ کے ہاں صرف اپنی نیکی اور تقویٰ کی بنیاد پر بڑا اور بھلا ہو سکتا ہے:

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ" (الحجرات: ۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجۃ الوداع کے مشہور تاریخی خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلَی الْاَسْوَدِ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلَی الْاَحْمَرِ اِلَّا بِالتَّقْوٰی"

کہ "کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل نہیں، نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر، نہ سفید فام کو سیاہ فام پر اور نہ ہی سیاہ فام کو سفید فام پر۔ ہاں اگر فضیلت ہے تو وہ صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔"

اسلام نے تمام آقاؤں اور غلاموں کو یہ درس دیا کہ وہ سب ایک ہی جماعت کے

افراد ہیں۔ اور اگر کوئی فضیلت کسی کو کسی دوسرے پر حاصل ہے، تو اس کی بنیاد آقائی کا منصب نہیں بلکہ تقویٰ اور خشیتِ الٰہی ہے۔ چنانچہ قبائل، آباء و اجداد اور خاندانوں کی بنیاد پر فخر و غرور جاہلیت کی علامت ہے، جسے ترک کر دینا چاہیئے ـــــ سبھی انسان ایک آدم کی اولاد ہیں اور آدم ؑ مٹی میں سے تھے:

"اَنْتُمْ بَنُوْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ"

(ابو داؤد، باب التفاخر بالاحساب)

غلاموں پر رحمت و شفقت:

اسلام غلاموں پر ابرِ رحمت بن کر برسا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالتِ زار دیکھ کر آقاؤں کو ان کے متعلق یہ نصیحت فرمائی کہ یہ تمہارے بھائی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے قبضے میں دے دیا ہے، ان سے بھائیوں جیسا ہی سلوک کرو ـــــ جو خود کھاؤ، ان کو بھی کھلاؤ۔ اور جو خود پہنو، ان کو بھی پہناؤ۔ علاوہ ازیں اگر انہیں کوئی سخت کام کرنا پڑے تو خود بھی ان کا ہاتھ بٹاؤ۔

دنیائے غلامی میں رحمۃ للعالمین ؐ کی یہ پہلی آواز تھی، جسے دنیا نے سنا تو انگشت بدنداں رہ گئی۔ اور غلاموں نے سنا تو پہلی مرتبہ یہ محسوس کیا کہ ہم بھی انسان ہیں ـــــ پھر کیا تھا، وہ لوگ جو حیوانوں سے بھی بدتر سمجھے جاتے تھے اور ان کے آقاؤں کے جانوروں کی خوراک بھی ان انسانوں سے بہتر ہوا کرتی تھی، یہی جانور نما انسان اپنے پورے حقوق کے ساتھ آقاؤں کے دستر خوان پر ان کے ساتھ بیٹھنا شروع ہو گئے۔

غلاموں کی عزتِ نفس کا تحفظ:

اسلام نے صرف کھانے، پینے اور پہننے کی حد تک ہی غلاموں کی اصلاح پر اکتفاء نہیں کی، بلکہ انسان کی سب سے زیادہ قیمتی چیز "عزتِ نفس" کے سلسلہ میں بھی ان کو تحفظ بخشا۔ چنانچہ ان تمام الفاظ کے استعمال سے یکسر منع فرما دیا کہ جن سے فخر و غرور کی بو آتی تھی۔ اعلان کیا کہ دیکھو، آج کے بعد کوئی بھی مسلمان اپنے ان بھائیوں کو "عَبْدِیْ" (میرا غلام) یا "اَمَتِیْ" (میری باندی) کہہ کر نہ پکارے۔ اسی طرح غلام اور باندی کو اپنے

آقا کے لیے "سَیِّدِی"، "یا سَیِّدَتِیْ" کے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ کیونکہ رب تو اللہ ہے، جو سب کا مالک ہے۔

ان الفاظ کے بدل دینے سے ہی ہمارے سامنے اسلام کے تصورِ غلامی کا نقشہ کھچ جاتا ہے کہ اسلام کو ایسے متکبرانہ الفاظ سے ہی چڑ ہے ۔۔۔ چنانچہ اسلام میں ایک آقا اپنے غلام کی ملکیت کا حقدار تو ہے، لیکن اس کی عزتِ نفس کو مجروح کرنے کا اسے حق حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غلامی کے سلسلہ میں اسلام کی ان اصلاحات کی بدولت غلاموں کی ذلّت اور مسکنت کا تصور ہی یکسر بدل کر رہ گیا اور دلوں میں ان کی عزت اور احترام کا جذبہ اجاگر ہوا۔ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر خلیفہ بھی حضرت بلالؓ کو "سیدنا بلال" کہہ کر پکارا کرتے تھے، اور سلمان فارسیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیرِ خاص تھے۔

حضرت عمرؓ غلاموں کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے اور حاضرین سے فرماتے، "خدا ان لوگوں پر لعنت کرے، جن کو غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں عار ہے!" ۔۔۔ غلاموں کے ساتھ عمال کے برتاؤ کی تحقیق کرتے رہتے۔ آپؓ نے ایک عامل کو صرف اس بنیاد پر معزول کر دیا تھا کہ اس نے غلام کی عیادت نہیں کی تھی[1] اور دو چار نہیں اس قسم کے سینکڑوں واقعات سے تاریخ اسلام مزین ہے۔ حتیٰ کہ یورپ کے متعصب ترین مصنفین بھی غلامی کے سلسلہ میں اسلام کی ان اصلاحی کوششوں کا انکار نہیں کر سکے۔

جان کا تحفظ:

جیسا کہ شروع میں ہم لکھ آئے ہیں، غلاموں کو اپنی زندگی پر کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ مالک جب چاہے اسے کڑی سے کڑی سزا دے، حتیٰ کہ اسے جان سے بھی مار دے، کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہیں تھا کہ یہ حق اسے قانون نے دیا تھا۔ لیکن اسلام میں غلام کی جان بھی اسی طرح محترم ہے، جس طرح کہ آزاد انسان کی۔ حضرت سمرۃؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ قَتَلَ عَبْدَہٗ قَتَلْنَاہُ وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَہٗ

[1] تاریخ اسلام شاہ معین الدین ص ۲۰۹

جَدَعْنَاهُ۔" (ابوداؤد، کِتَابُ الدِّیَاتِ بَابُ مَنْ قَتَلَ عَبْدَہٗ)

کہ "جس نے اپنے غلام کو قتل کیا، ہم اسے قتل کر دیں گے۔ اور جس نے اپنے غلام کے ناک کان کاٹے ہم اسکے ناک کان کاٹ دیں گے۔"

ابوداؤد ہی کی ایک دوسری روایت یوں ہے کہ:

"مَنْ خَصٰی عَبْدَہٗ خَصَیْنَاهُ۔" (اَیضًا)

"جس نے اپنے غلام کو خصی کیا، ہم اسے خصی کر دیں گے۔"

کیونکہ جاہلیت میں ایسے واقعات اکثر پیش آتے تھے۔ قدیم قوموں میں اس کا رواج تھا۔ "الرق فی الاسلام" میں ہے کہ غلاموں کو خصی کرنے کی رسم بد بہت پرانی تھی۔ اشوری، بابلی اور قدیم مصری قوموں میں اس کا رواج عام تھا۔ انھی لوگوں سے یونانیوں نے اس رسم کو اختیار کیا (صفحہ ۱۸۰)

اس کا مقصد یہ تھا کہ غلام زنانخانوں میں بے دھڑک آجا سکیں اور عورتوں کو ان سے اندیشہ نہ ہو۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس روتا چیختا ہوا آیا۔ آپؐ نے پوچھا، کیا بات ہے؟ تو اس نے جواب دیا، اللہ کے رسولؐ، میرے مالک کی ایک باندی ہے۔ میں نے اسے دیکھ لیا تو مالک نے میرا ذکر کٹوا دیا ہے۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا: "جا تو آزاد ہے!" (ابوداؤد، بَابُ مَنْ قَتَلَ عَبْدَہٗ)

چہرے پر مارنے سے روک دیا:

غلام کی انسانیت اور شرافت بحیثیت انسان اپنی جگہ مسلّم اور قائم ہے۔ غلامی کا یہ مطلب نہیں کہ وہ درجۂ انسانیت ہی سے گر گیا اور انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ہاں حالات اور قسمت نے اسے اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ وہ اپنے جیسے انسان کی ملکیت میں ہے۔ تاہم اس کی انسانی شرافت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اسلام نے حکم دیا کہ کوئی مالک اپنے غلام کے منہ پر چانٹا نہ مارے۔ آپؐ نے فرمایا:

"مَنْ لَطَمَ مَمْلُوکَهٗ اَوْ ضَرَبَهٗ فَكَفَّارَتُهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ۔"

(مسند احمد)

کہ "جس نے اپنے غلام کے منہ پر چانٹا مارا یا اسے مارا پیٹا تو اس کا کفارہ

یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے ۔"

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں، ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اللہ کے رسولؐ، ہم غلام کے غلطی کرنے پر اس سے کتنی مرتبہ درگزر کریں ؟ یہ سن کر آپؐ خاموش رہے، اس شخص نے دوبارہ پوچھا، پھر بھی آپؐ خاموش رہے تیسری مرتبہ اس نے یہی سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا:

" اُعْفُوا عَنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً " (ابوداؤد)

"اس سے ہر روز ستر مرتبہ (بھی درگزر کرنی پڑے تو) درگزر کرو ۔"

ان باتوں کی اہمیت اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے، جب ہم دیکھتے ہیں کہ غلاموں کو مار مار کر لہولہان کر دیا جاتا ۔ انہیں الٹا لٹا کر ساتھ وزن باندھ دیا جاتا ۔ حتیٰ کہ بعض کا اسی حالت میں جسم و روح کا رشتہ ہی منقطع ہو جاتا ۔

گواہی کا حق :

شہادت (گواہی) کا معاملہ اسلام میں بہت اہم اور نازک ہے ۔ گواہی وہی لوگ دے سکتے ہیں، جو معاشرے اور دین دونوں کی نظر میں اپنے اخلاق، صفات اور دینداری کی وجہ سے قابلِ اعتبار ہوں ۔ کسی کی شہادت کا قبول کیا جانا اس شخص کی معاشرتی حیثیت کو متعین کرتا ہے ۔ اسلام سے پہلے چونکہ غلام ایک حقیر مخلوق تصور کی جاتی تھی، لہٰذا کسی قوم نے ان کو گواہی کا حق نہیں دیا تھا ۔ اسلام میں بھی اگرچہ اصولِ شہادت بہت سخت ہیں، لیکن اس کے باوجود غلام کی گواہی قابلِ قبول ہے، جبکہ وہ اسلامی شرائط پر پورا اترتا ہو ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے تاریخ اسلامی میں کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جس نے غلام کی گواہی کو رد کر دیا ہو : " مَا عَلِمْتُ اَحَدًا رَدَّ شَهَادَةَ الْعَبْدِ " [1]

امامِ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، شارع علیہ السلام کی طرف سے ایک حرف بھی ایسا نہیں آیا، جس میں فرمایا گیا ہو کہ غلاموں کی گواہی قابلِ قبول نہیں ۔ اس کے برعکس کتاب اور سنّتِ رسولؐ اللہ اور اجماع صحابہؓ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ غلام کی شہادت ان تمام امور

---

[1] بخاری ۔ شَهَادَةُ الْاِمَاءِ وَالْعَبِيْدِ ۔

میں قابلِ قبول ہے، جن میں ایک آزاد آدمی شہادت دے سکتا ہے [۱]

غلاموں کو شادی کا حق دیا :

غلاموں کے بارے میں اسلام کا اس سے بڑا احسان اور کیا ہو سکتا ہے کہ انہیں نکاح کرنے کی صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ قرآنِ مجید نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح کریں، اور اس نکاح میں آزاد اور غلام کا کوئی فرق روا نہیں رکھا۔ اگر آزاد عورت غلام سے، یا لونڈی آزاد مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اسے مکمل آزادی ہے۔

قرآنِ مجید میں ہے :

"وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ"

(النور : ۳۲)

"مسلمانو، تم اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا نکاح کرو۔"

جبکہ سابقہ قومیں خصوصاً رومن اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتے تھے [۲]

خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحشؓ سے کر دیا۔ لیکن بعض نفسیاتی اور خاندانی برتری کے احساسات کے باعث نباہ نہ ہو سکا اور دو سال کے بعد طلاق ہو گئی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے خود نکاح کر لیا۔ اسلام میں تو یہاں تک اجازت ہے کہ آزاد کی طرح غلام بھی چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے۔ امام مالکؒ اس کا استدلال "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ" سے کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "میرے نزدیک یہ اچھا عمل ہے" [۳]

غلاموں سے حسنِ معاشرت :

اسلام میں غلام، احساسِ کمتری سے نکل کر ایک آزاد شہری کی طرح سوچتے، بولنے یہاں

---

[۱] القیاس فی شرح الاسلامی ص ۱۲۸

[۲] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس

[۳] موطا، بَابُ نِكَاحِ الْعَبْدِ

تک کہ اپنے آقاؤں کو مشورے بھی دیتے تھے۔ اور اسلام نے فکری اور قولی آزادی کی جس نعمت سے دنیا کو نوازا ہے، غلام بھی اس نعمت سے بہرہ یاب ہوئے۔ نتیجتاً وہ اپنے آقاؤں کی بعض بُری عادات پر نکتہ چینی کرتے اور انہیں نصیحتیں بھی کرتے تھے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهٖ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ فَلَهٗ أَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ"[۱]

"جو غلام اپنے آقا کو نصیحت کرتا اور خود بھی اللہ کی عبادت اچھے طریقہ سے کرتا ہے، اسے دوہرا اجر ملے گا۔"

اس حدیث سے آپ غلاموں کی ذہنی آزادی اور مسلمانوں کی غلاموں کے ساتھ حسنِ معاشرت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ سلوک ایسا تھا کہ لوگوں نے حضرت زیدؓ کو زید بن محمدؐ کہہ کر پکارنا شروع کر دیا۔ حضرت زیدؓ کے گھر کے لوگ ان کو لینے کے لیے مدینہ منورہ آئے تو آپؐ نے فرمایا، بڑے شوق سے اسے لے جایئے، میں کوئی فدیہ لینے کے لیے بھی تیار نہیں۔ لیکن حضرت زیدؓ نے جانے سے انکار کر دیا! ـــــ آخر کس چیز نے انہیں اپنے والدین، بہن بھائیوں، اور قبیلہ سے علیحدہ رہنے پر مجبور کیا؟ کیا وہ حضور علیہ السلام کا آپؐ کے ساتھ بیٹوں جیسا پیار نہ تھا؟

اسلام نے غلاموں اور باندیوں کی تعلیم و تربیت پر بھی بہت زیادہ زور دیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"تین ایسے شخص ہیں جن کو دو بڑے اجر ملیں گے۔ ایک وہ شخص جو اپنی باندی کو اچھی تعلیم دے اور بہترین ادب سکھانے کے بعد آزاد کر کے نکاح میں لے آئے۔ دوسرا وہ شخص جو اہلِ کتاب تھا اور ایمان لے آئے۔ تیسرا وہ شخص جو اللہ کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے سیّد کی خیر خواہی بھی کرتا ہے۔"[۲]

---

[۱] بخاری، بَابُ إِذَا نَصَحَ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهٖ

[۲] صحیح بخاری، بَابُ فَضْلِ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ۔

انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ ابتدائے اسلام میں بڑی بڑی برگزیدہ ہستیوں نے آزاد کردہ باندیوں سے شادیاں کیں اور ان کے بطن سے ان مقدس ہستیوں نے جنم لیا جن کی خدمات اسلامی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ اور وہ لوگ مسلمانوں کے امام، راہنما، اور بڑی بڑی سلطنتوں کے حاکم اور لشکروں کے سپہ سالار تک مقرر کیے گئے۔

غلام اور غلام زادے، اُمّت کے سرخیل :

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ابوحذیفہؓ کے غلام سالمؓ، نماز کی امامت کرواتے تھے، اور آپؓ کی اقتداء میں اکابر مہاجرین، جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، ابوسلمہؓ اور عامر بن ربیعہؓ جیسی ہستیاں شامل ہیں، نماز ادا کیا کرتی تھیں[1]

یہ وہی سالمؓ ہیں، جن کے متعلق حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت کے وقت فرمایا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ نامزد کر دیتا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ سلطنتِ اسلامیہ کا جھنڈا پوری آدھی دنیا پر لہرا رہا تھا۔

مولانا مودودیؒ رقمطراز ہیں :

"قانون سے زیادہ اسلامی سوسائٹی نے ان کو اپنے اندر عملاً مساوات کا درجہ دیا ہے۔ اجتماعی زندگی میں غلاموں کی حیثیت کسی طرح بھی آزادوں سے کم نہ تھی۔ علم سیاست، مذہب، معاشرت غرض ہر شعبہ میں ان کے لیے ترقی کی تمام راہیں کھلی ہوئی تھیں اور غلام ہونا ان کے لیے کسی حیثیت سے بھی رکاوٹ کا باعث نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینبؓ کو، جنہیں بعد میں ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہوا، اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ سے بیاہ دیا۔ امام حسینؓ کا نکاح ایران کی ایک شہزادی سے ہوا، جو جنگ میں لونڈی بن کر آئی تھیں۔ امام زین العابدینؒ انہی لونڈی کے بطن سے تھے، جن کی اولاد اشرافِ اسلام میں سب سے زیادہ بالاتر درجہ رکھتی ہے۔ سالم بن عبداللہ، قاسم بن محمد بن ابی بکر، جو فقہائے تابعین

[1] صحیح بخاری، بَابُ اسْتِقْضَاءِ الْمَوَالِي وَاسْتِعْمَالِهِمْ"

کی اولین صف میں ہیں، دو لونڈیوں کے پیٹ سے تھے۔ امام حسن بصریؒ جو ائمۂ تابعین کے سرخیل اور اصحابِ طریقت کے پیشوا ہیں، ایک غلام کے بیٹے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ جو کروڑوں مسلمانوں کے مقتدا ہیں، بنی تیم اللہ کے موالی میں سے بتائے جاتے ہیں۔

مشہور محدّث محمد بن سیرینؒ، جن کا شمار اکابر تابعین میں ہوتا ہے، غلام کے بیٹے تھے۔ ان کے باپ سیرین اور ماں صفیہ دونوں مملوک تھے۔ مگر اس درجہ کے مملوک کہ حضرت صفیہ کو تین امہات المومنینؓ نے دلہن بنایا تھا اور سیرین سے ان کا نکاح حضرت ابی بن کعبؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے پڑھایا تھا۔

امام مالکؒ کے استاد نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام تھے۔ ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک، جن کا شمار اکابر مجتہدین میں ہوتا ہے، ایک غلام مبارک نامی کے بیٹے تھے۔

عکرمہؒ، جو ائمہ مفسرین میں سے ہیں، خود غلام تھے۔ محمد بن اسحاقؒ مشہور صاحبِ سیرۃ کے دادا یسار معرکہ عین التمر سے پکڑے ہوئے آئے تھے۔

مکہ کے امام المحدثین عطاءؒ بن رباح، یمن کے امام طاؤس بن قیسؒ، مصر کے امام یزید بن حبیبؒ، شام کے امام مکحولؒ، الجزیرۃ کے امام میمونؒ بن مہران، خراسان کے امام ضحاکؒ، کوفہ کے امام ابراہیم نخعیؒ سب کے سب غلاموں کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔"[1]

سلمان فارسیؓ غلام تھے۔ جنہیں حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے: "سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ" "سلمان ہم اہلِ بیت میں سے ہیں"۔ بلالؓ حبشی غلام تھے، جن کو حضرت عمرؓ "بِلَالٌ سَيِّدُنَا وَمَوْلٰى سَيِّدِنَا" "بلال ہمارے آقا کے غلام اور ہمارے آقا ہیں"۔ صہیبؓ رومی غلام تھے، جنہیں حضرت عمرؓ نے اپنی جگہ مسلمانوں کی امامت کے لیے مقرر کیا۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"یہ تو قرونِ اولیٰ کی باتیں ہیں۔ بعد میں جبکہ اسلامی روح بہت کمزور پڑ گئی تھی

[1] الجہاد فی الاسلام۔ سید مودودی صـ ۲۶۱

قطب الدین ایبک، شمس الدین التمش، غیاث الدین بلبن جیسے جلیل القدر غلاموں نے ہندوستان پر حکومت کی۔ محمود غزنوی، جو دنیا کا عظیم فاتح تھا، نسلاً ترکی غلام تھا۔

ان غلاموں کو کون غلام کہہ سکتا ہے؟ کیا آزادوں کے لیے ان سے کچھ زیادہ ترقی، عزت اور اقتدار حاصل کرنے کے مواقع تھے"؟ [1]

سید امیر علی کہتے ہیں کہ:

"It is simply a BUse of words to apply the word "slavery" in the English Sense, to any status known to the legislation of Islam." [2]

یعنی اسلامی قانون و معاشرت میں انگریزی کی اصطلاح "غلامی" کا کہیں بھی وجود نہیں۔ بلکہ الفاظ کی زبان میں یہ گالی ہے جو اسلام کو دی جاتی ہے۔

سید امیر علی ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:

"وہ غلامی، جو اسلام نے جائز رکھی ہے، درحقیقت اُس غلامی کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں رکھتی جو ہمارے زمانہ تک عیسائیت میں روا رکھی جاتی رہی ہے۔ اور نہ ہی اس کو اُس غلامی کے ساتھ کوئی علاقہ ہے جو امریکہ میں ۱۹۶۵ء کی مقدس جنگ تک رائج رہی"۔

ان کے الفاظ یہ ہیں:

'The slavery which was allowed in Islam had in fact, nothing in common with that which was in vogue in Christendom until recent times, or with American slavery until the Holy War of 1965 put on end to that curse.' [3]

مستشرقین کا اعتراف: یورپ کے بے شمار مصنفین یہ بات لکھنے پر مجبور

---

[1] الجہاد فی الاسلام۔ سید مودودی ص ۲۶۲

[2] Spirit of Islam P-263

[3] Spirit of Islam P-264.

ہوئے کہ اسلام نے اس پسے ہوئے طبقے کو کس طرح اٹھا کر عزت و احترام کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ ان تمام نفرتوں اور مظالم کی زنجیروں کو کاٹ کر پھینک دیا ہے۔ چنانچہ فالیری کہتا ہے کہ :

”اسلام کے دشمنوں نے اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ غلامی کے رواج کو باقی رکھنے کی بناء پر اسلام کو نشانۂ ملامت بنائیں۔ لیکن مسلمانوں کے ہاں جتنی مراعات غلاموں کے لیے ہیں، وہ ان مراعات سے بدرجہا زیادہ ہیں جو یورپ میں غلاموں کے لیے ہیں۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ مشرق میں جو غلامی قائم ہے، اس کو تو اس غلامی کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں، جو امریکہ میں پائی جاتی ہے۔“

اس کے بعد فالیری نبی علیہ السلام کی درج ذیل حدیث نقل کرتا ہے :

”کوئی شخص اپنے غلام کو غلام اور اپنی باندی کو باندی کہہ کر نہ پکارے“

پھر وہ لکھتا ہے کہ :

”اس سے بہتر انسانیت کونسی ہو سکتی ہے؟“ [۱]

موسیو گستاؤ لیبان اپنی کتاب ”تمدنِ عرب“ میں لکھتا ہے کہ :

”غلامی کا لفظ جب اس یورپین شخص کے سامنے بولا جاتا ہے، جو امریکن ناولوں اور روایتوں کے پڑھنے کا عادی ہے، اور جن کا سلسلہ تیس سال سے جاری ہے تو اس کے ذہن میں فوراً ان غریبوں کا تصور پیدا ہو جاتا ہے جو زنجیروں میں بندھے ہوئے ہوں اور ان پر کوڑے برسائے جا رہے ہوں، پھر ان بیچاروں کو بقائے حیات کے لیے کافی غذا نہ ملتی ہو۔ اور رہنے کے لیے تنگ و تاریک کوٹھڑیاں نصیب ہوتی ہوں ۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ یورپ میں جو غلام ہیں ان میں یہ تمام باتیں صادق آتی ہیں یا نہیں؟ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اسلام میں جو غلاموں کا تصور ہے وہ عیسائیوں کے غلاموں سے مختلف ہے۔“ [۲]

---

[۱] الرق فی الاسلام ص ۲۰۹

[۲] الرق فی الاسلام بحوالہ دائرۃ المعارف فرید وجدی ص ۲۰۹

مسٹر جوزف تھامپسن، "لندن ٹائمز" میں (مورخہ ۱۴ر نومبر ۱۸۸۶ء کو) ایک خط "مشرقی افریقہ میں غلامی" کے عنوان سے یوں لکھتا ہے:

"جتنا تجربہ مشرقی افریقہ کے بارے میں میرا ہے، آپ کے کسی نامہ نگار کو نہیں۔ اگر یہاں غلاموں کی تجارت کا بازار گرم ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان علاقوں میں اسلام کا پروپیگنڈہ نہیں ہوا۔ اور میرے پاس یقین کرنے کے قوی اسباب ہیں کہ اگر یہاں اسلام روشناس کرایا جاتا تو بردہ فروشی کا کبھی کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔"[1]

ایک نہیں، ایسی بیسیوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ عہدِ اسلامی میں غلام غلام نہیں بلکہ برابر کے حقوق کا مالک تھا۔ اس کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ خلیفہ دوم، جب مصر میں داخل ہوتے ہیں، تو آپؓ کا غلام اونٹ پر سوار تھا اور آپؓ خود پیدل چل رہے تھے؟

(جاری ہے)

---

[1] الرق فی الاسلام بحوالہ دائرۃ المعارف فرید وجدی صفحہ ۲۱۳

استدراک:

گزشتہ شمارہ محدث جلد ۱۷ عدد ۱-۲ صفحہ ۱۲ سطر ۱۴ میں "بشرطیکہ لڑکی ......" کے الفاظ کے ساتھ "بلوغت کے بعد" کے الفاظ شامل کر لیے جائیں۔

اب عبارت یوں ہوگی:

"بشرطیکہ لڑکی بلوغت کے بعد اس نکاح پر رضامندی کا اظہار کر دے"

نیز صفحہ ۱۳ سطر ۸-۹ کی عبارت "اگر لڑکی راضی نہ ہو تو صغر سنی کا نکاح درست ہوگا" میں "نہ" زائد ہے۔ صحیح عبارت یوں ہوگی:

"اگر لڑکی راضی ہو تو صغر سنی کا نکاح درست ہوگا" (قارئین کرام تصحیح فرما لیں)